274 عزیزوں کی جس بات میں عیب پانا   نشانہ اُسے پھبتیوں کا بنانا
شماتت سے دل بھائیوں کا دکھانا   یگانوں کو بیگانہ بن کر چڑانا
نہ کچھ درد کی چوٹ اُن کے جگر میں
نہ قطرہ کوئی خون کا چشمِ تر میں

275 جہاز ایک گرداب میں پھنس رہا ہے   پڑا جس سے جوکھوں میں چھوٹا بڑا ہے
نکلنے کا رستہ نہ بچنے کی جا ہے   کوئی اُن میں سوتا کوئی جاگتا ہے
جو سوتے ہیں وہ مستِ خوابِ گراں ہیں
جو بیدار ہیں اُن پہ خندہ زناں ہیں

276 کوئی اُن سے پوچھے کہ اے ہوش والو   کس اُمید پر تم کھڑے ہنس رہے ہو
بُرا وقت بیڑے پہ آنے کو ہے جو   نہ چھوڑے گا سوتوں کو اور جاگتوں کو
بچو گے نہ تم اور نہ ساتھی تمہارے
اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبیں گے سارے

277 غرض عیب کیجے بیاں اپنے کیا کیا   کہ بگڑا ہوا یاں ہے آوے کا آوا
فقیہ اور جاہل ضعیف اور توانا   تاسف کے قابل ہے احوال سب کا
مریض ایسے مایوس دنیا میں کم ہیں
بگڑ کر کبھی جو نہ سنبھلیں وہ ہم ہیں

278 کسی نے یہ اک مردِ دانا سے پوچھا   کہ نعمت ہے دنیا میں سب سے بڑی کیا"
کہا "عقل جس سے ملے دین و دنیا"   کہا "گر نہ ہو اُس سے انساں کو بہرہ"
کہا "پھر اہم سب سے علم و ہنر ہے
کہ جو باعثِ افتخارِ بشر ہے

279 کہا "گر نہ ہو یہ بھی اُس کو میسر"   کہا "مال و دولت ہے پھر سب سے بڑھ کر"
کہا "ور ہو یہ بھی اگر بند اس پر"   کہا "اُس پہ بجلی کا گرنا ہے بہتر"
وہ ننگِ بشر تا کہ ذلت سے چھوٹے
خلائق سب اُس کی نحوست سے چھوٹے

280 مجھے ڈر ہے اے میرے ہم قوم یارو   مبادا کہ وہ ننگِ عالم تمہیں ہو
گر اسلام کی کچھ حمیت ہے تم کو   تو جلدی سے اٹھو اور اپنی خبر لو
وگرنہ یہ قول آئے گا راست تم پر
کہ ہونے سے ان کا نہ ہونا ہے بہتر

281 رہو گے یونہی فارغ البال کب تک   نہ بدلو گے یہ چال اور ڈھال کب تک
رہے گی نئی پود پامال کب تک   نہ چھوڑو گے تم بھیڑیا چال کب تک
بس اگلے فسانے فراموش کر دو
تعصب کے شعلے کو خاموش کر دو

282 حکومت نے آزادیاں تم کو دی ہیں　　ترقی کی راہیں سراسر کھلی ہیں
صدائیں یہ ہر سمت سے آ رہی ہیں　　کہ راجا سے پرجا تلک سب سکھی ہیں
تسلط ہے ملکوں میں امن و اماں کا
نہیں بند رستہ کسی کارواں کا

283 نہ بدخواہ ہے دین و ایماں کا کوئی　　نہ دشمن حدیث و قرآں کا کوئی
نہ ناقض ہے ملت کے ارکاں کا کوئی　　نہ مانع شریعت کے فرماں کا کوئی
نمازیں پڑھو بے خطر معبدوں میں
اذانیں دھڑلے سے دو مسجدوں میں

284 کھلی ہیں سفر اور تجارت کی راہیں　　نہیں بند صنعت کی حرفت کی راہیں
جو روشن ہیں تحصیل حکمت کی راہیں　　تو ہموار ہیں کسب دولت کی راہیں
نہ گھر میں غنیم اور دشمن کا کھٹکا
نہ باہر ہے قزاق و رہزن کا کھٹکا

285 مہینوں کے کٹتے ہیں رستے پلوں میں　　گھروں سے سوا چین ہے منزلوں میں
ہر اک گوشہ گلزار ہے جنگلوں میں　　شب و روز ہے ایمنی قافلوں میں
سفر جو کبھی تھا نمونہ سقر کا
وسیلہ ہے وہ اب سراسر ظفر کا

286 پہنچتی ہیں ملکوں سے دم دم کی خبریں　　چلی آتی ہیں شادی و غم کی خبریں
عیاں ہیں ہر ایک بر اعظم کی خبریں　　کھلی ہیں زمانے پہ عالم کی خبریں
نہیں واقعہ کوئی پنہاں کہیں کا
ہے آئینہ احوال روئے زمیں کا

287 گر وقت درس امن و آزادگی کی　　کہ ہے صاف ہر سمت راہ ترقی
ہر اک راہرو کا زمانہ ہے ساتھی　　یہ ہر سو سے آواز پیہم ہے آتی
کہ دشمن کا کھٹکا نہ رہزن کا ڈر ہے
نکل جاؤ رستہ ابھی بے خطر ہے

288 بہت قافلے دیر سے جا رہے ہیں　　بہت بوجھ بار اپنے لدوا رہے ہیں
بہت چل چلاؤ میں گھبرا رہے ہیں　　بہت سے نہ چلنے سے پچھتا رہے ہیں
مگر اک تمہیں ہو کہ سوتے ہو غافل
مبادا کہ غفلت میں کھوٹی ہو منزل

289 نہ بدخواہ سمجھو بس اب یاوروں کو　　لٹیرے نہ ٹھہراؤ تم رہبروں کو
دو الزام پیچھے نصیحت گروں کو　　ٹٹولو ذرا پہلے اپنے گھروں کو
کہ خالی ہیں یا پر ذخیرے تمہارے
برے ہیں یا اچھے وتیرے تمہارے

290 امیروں کی تم سن چکے داستاں سب — چلن ہو چکے عالموں کے بیاں سب
شریفوں کی حالت ہے تم پر عیاں سب — بگڑنے کو بیٹھے ہیں تیاریاں سب
یہ بوسیدہ گھر اب گرا کا گرا ہے
ستوں مرکز ثقل سے ہٹ چکا ہے

291 یہ جو کچھ ہوا ایک کرشمہ ہے اس کا — کہ جو وقت یاروں پہ ہے آنے والا
زمانے نے اونچے سے جس کو گرایا — وہ آخر کو مٹی میں رل کر رہے گا
نہیں گرچہ کچھ قوم میں حال باقی
ابھی اور ہونا ہے پامال باقی

292 یہاں ہر ترقی کی غایت یہی ہے — سرانجام ہر قوم و ملت یہی ہے
سدا سے زمانے کی عادت یہی ہے — طلسم جہاں کی حقیقت یہی ہے
بہت یاں ہوئے خشک چشمے ابل کر
بہت باغ چھانٹے گئے پھول پھل کر

293 کہاں ہیں وہ اہرام مصری کے بانی — کہاں ہیں وہ گردان زابلستانی
گئے پیشدادی کدھر اور کیانی — مٹا کر رہی سب کو دنیائے فانی
لگاؤ کہیں کھوج کلدانیوں کا
بتاؤ نشاں کوئی ساسانیوں کا

294 وہی ایک ہے جس کو دائم بقا ہے — جہاں کی وراثت اسی کو سزا ہے
سوا اس کے انجام سب کا فنا ہے — نہ کوئی رہے گا نہ کوئی رہا ہے
مسافر یہاں ہیں فقیر اور غنی سب
غلام اور آزاد ہیں رفتنی سب